مطبوعات

(تبصرہ کے لیے ہر کتاب کی دو جلدیں بھیجنا بہر حال لازمی ہیں)

کتاب الاموال تصنیف: امام ابوعبید بن سلامؒ۔ تقدیم و ترجمہ: جناب عبدالرحمٰن طاہر سورتی صاحب۔ شائع کردہ ادارہ تحقیقات اسلامی اسلام آباد۔ صفحات: حصہ اول ۳۴۵ قیمت: ۱۵ روپے
صفحات حصہ دوم: ۴۰۸۔ قیمت: بارہ روپے۔

امام ابوعبیدؒ کی کتاب الاموال اسلامی ریاست کی تقریباً ابتدائی ڈھائی صدیوں کے مالیاتی نظام کی مستند تاریخ اور اس موضوع پر بنیادی کتاب ہے۔ یہ کتاب دو حصوں پر مشتمل ہے۔ پہلے حصہ میں ان تمام محاصل کی نشاندہی کی گئی جو اسلامی مملکت کے بیت المال میں غیر مسلموں سے حاصل ہوتے تھے۔ اس ضمن میں بہت سے دوسرے مسائل کا بھی احاطہ کیا گیا ہے مثلاً اسلامی مملکت میں غیر مسلموں کے حقوق، اسلامی حکومت کے غیر مسلم پڑوسی حکومتوں سے تعلقات اور دوستی، دشمنی، صلح، امن و جنگ کے اصول، اسلامی حکومت کے دوسری قوموں سے سیاسی اور تجارتی تعلقات وغیرہ وغیرہ۔ دوسرے حصے میں نظامِ زکوٰۃ پر سیر حاصل بحث کی گئی ہے۔ اس بحث کی ترتیب بڑی جامع ہے۔ یعنی ہر مسئلہ کے بارے میں سب سے پہلے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث نقل کی گئی ہیں۔ پھر صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین، اس کے بعد تابعین رحمہم اللہ اور ائمہ و فقہاء سے مروی آثار و روایات

(بقیہ رسائل و مسائل)

اور بالفرض اگر کسی قول سے اختلاف بھی ہو، تب بھی اختلاف کرنے والے کے لیے یہ کیسے روا ہو سکتا ہے کہ وہ اس قول کے قائل کو اہلِ سنت کے مسلک سے خارج یا منحرف قرار دینے کی کوشش کرے؟

مذکور ہیں۔

امام ابوعبید کی اس گراں قدر تصنیف کا اُردو میں ترجمہ کرکے جناب عبدالرحمن طاہر سُورتی صاحب نے بڑی خدمت انجام دی ہے مگر ہمیں افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ انہوں نے شروع میں جو مقدمہ تحریر کیا ہے اس پر ادارۂ تحقیقِ اسلامی کے افکار کی گہری چھاپ موجود ہے۔ اِس ادارے نے اب تک جو کام کیے ہیں ان میں سے ایک آدھ کو چھوڑ کر سب کے اندر تحریف کا رنگ غالب ہے، اور یُوں محسوس ہوتا ہے کہ یہ ادارہ اسلامی تعلیمات کی تحقیق کے لیے نہیں بلکہ ان کی تحریف کے لیے قائم کیا گیا ہے اور اس تحریف کا انداز وہی ہے جس کی نشاندہی حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے خوارج کے اس نعرے لَاحُکْمَ اِلاَّ لِلّٰہِ کے متعلق یہ ارشاد فرما کر "کلمۃ حقٍ اُرِیْدَ بِھَا بَاطِل" کی تھی۔ اگر اس ادارے کی کتب کا مطالعہ کیا جائے تو ان سب کے اندر مرکزی خیال ایک ہی ہے کہ دین کو حالات کے مطابق تبدیل کر دینا چاہیے۔ اس کے لیے استدلال کا انداز یہ اختیار کیا جاتا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلّم کی دو حیثیتیں ہیں۔ ایک حیثیت تو حاملِ وحی کی اور دوسری حیثیت اسلامی ریاست کے سربراہ کی۔ وحی کے امین کی حیثیت سے آپ نے ہمیں قرآن مجید عطا فرمایا ہے مگر اسلامی ریاست کے منتظمِ اعلیٰ کی حیثیت سے آپ نے جو فیصلے فرمائے ہیں ان کی حیثیت وقتی ہے اور ان کے اندر اسلامی ریاست کے سربراہ کو ہر وقت تغیّر و تبدّل کا اختیار حاصل رہتا ہے۔ اپنے اسی موقف کی تائید میں طاہر سُورتی صاحب ارشاد فرماتے ہیں:

"معلوم ہوتا ہے ابوعبید کی نظر میں رسول اللہ کی سنّت کی دو حیثیتیں ہیں ایک مؤقتہ اور دوسری غیر مؤقتہ۔ مؤخر الذکر انتظامی امُور پر مشتمل ہوگی اور اس میں تغیر و تبدّل کا امام مجاز ہوگا۔ جزیہ و خراج کی رقم کا تعین، ابوعبید کے ہاں صدقہ و زکوٰۃ کی سنّت مؤقتہ نہیں ہے بلکہ یہ رسول اللہ کے ان وقتی انتظامی فیصلوں میں ہے جن میں حالات کے تقاضوں اور مسلمانوں کے اجتماعی مفاد کو ملحوظ رکھتے ہوئے امام تغیر و تبدّل کر سکتا ہے اپنی رائے کی تائید میں وہ حضرت عمرؓ کا رسول اللہ کے مقرر جزیہ سے زیادہ

لینے کا عمل پیش کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

ولو علم عمر ان فیھا سنۃ موقتۃ من رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ما تعداھا الی غیرھا (ص ۶۸-۶۹)	اور اگر حضرت عمرؓ کو یہ معلوم ہو جاتا کہ جزیہ کے بارے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی کوئی مقررہ متعینہ (موقتہ) سنت ہے تو حضرت عمرؓ اسے چھوڑ کر دوسری شکل اختیار نہ کرتے۔

فاضل مترجم کا یہ طرز استدلال بالکل غلط ہے۔ امام ابوعبیدؒ نے حضرت عمرؓ کے بارے میں جو یہ ارشاد فرمایا ہے تو اس کی وجہ یہ نہیں جیسے وہ بیان کر رہے ہیں۔ یعنی یہ کہ جزیہ ایک انتظامی معاملہ ہے جس میں امام کو من مانی کارروائیاں کرنے کا اختیار ہے بلکہ اس کی وجہ یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جزیہ کی کوئی ایسی مقدار متعین نہیں فرمائی جس میں کمی بیشی جائز نہ ہو اگر حضرت عمرؓ کو جزیہ کے بارے میں کوئی معین مقدار نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے معلوم ہوتی تو وہ اس میں قطعاً تجاوز نہ کرتے۔ امام ابوعبید کی محولہ بالا عبارت کا یہی مدعا ہے اور اس کی صراحت خود فاضل مقدمہ نگار کے ترجمے میں صفحہ ۶۰ سے ۶۳ تک میں موجود ہے۔ صحیح بات یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں یہ نقطۂ نظر کہ ان کی دو حیثیتیں ہیں یعنی ایک نبی کی اور ایک حاکم کی، بالکل غلط ہیں۔ حضورؐ کی ایک ہی حیثیت ہے اور وہ نبی کی ہے۔ نبی کی حیثیت ہی سے انہوں نے امور مملکت کے بارے میں بھی انسانیت کی رہنمائی کی۔ اس لیے انتظامی امور میں ان کے ارشادات اور ان کی ہدایات دین میں اسی طرح حجت ہیں جس طرح کہ عبادات اور دوسرے دینی معاملات میں۔ اور وہ لوگ سخت گمراہ ہیں جو ان امور کے بارے میں حضور سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمودات کو وقتی سمجھتے ہیں یہ خیال بالکل باطل ہے اس کا مقصد صرف یہ ہے کہ کسی طرح حکامِ وقت کو دین کے اندر تغیر و تبدل کے اختیارات دیئے جائیں تاکہ وہ وقت کے تقاضوں کے مطابق یا اپنے ذوق یا ذاتی مصالح کے مطابق دین میں کانٹ چھانٹ کر سکیں۔ دین کے اندر یہ اپچ زمانہ حال کی پیداوار ہے۔ اگر حضور سرورِ دو عالم کے انتظامی فیصلے